مسلکِ دیوبند

کسی فرقے کا نہیں

اِتّباعِ سُنّت کا نام ہے

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

رئیس دار الافتاء و رئیس جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ دار العلوم کراچی

مسلکِ دیوبند

کسی فرقے کا نہیں

اتّباعِ سنّت کا نام ہے

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم
رئیس دارالافتاء و رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ دارالعلوم کراچی

طبع جدید............رمضان المبارک سنہ ۱۴۳۰ھ

باہتمام............محمد قاسم گلگتی

ملنے کے پتے

- مکتبہ دارالعلوم کراچی
احاطۂ جامعہ دارالعلوم کراچی
فون نمبر
021-5042280
021-5049455
ای میل
mdukhi@gmail.com

- ادارۃ المعارف، احاطۂ جامعہ دارالعلوم کراچی
- مکتبہ معارف القرآن، احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی
- دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
- ادارہ اسلامیات، اُردو بازار کراچی
- بیت القرآن، اردو بازار کراچی
- بیت الکتب، بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
- ادارہ اسلامیات، ۱۹۰ انارکلی لاہور

فہرست مضامین

مضمون | صفحہ

عرض ناشر ________ ۷

ختم بخاری نصیحتوں اور دعاؤں کی مجلس ہے ________ ۹

ختم بخاری خوشی اور غمی کا دن ہے ________ ۱۲

دورۂ حدیث کے طلباء مبارک باد کے مستحق ہیں ________ ۱۴

ہماری آدھی صدی طلباء کی خدمت کرتے ہوئے گزری ہے ________ ۱۵

ہمارے اکابر نے فرقہ بندیوں کو کبھی پسند نہیں فرمایا ____ ۱۶
والدصاحبؒ نے ہمیں اپنے نام کے ساتھ دیوبندی
لکھنے سے منع فرمادیا ____ ۱۸
حضرت شیخ الہندؒ کے نام کے ساتھ دیوبندی لکھنے کی وجہ ____ ۲۱
مسلک دیوبند کے اندر گروہ بندیاں ! ____ ۲۱
حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ کے درمیان اختلافِ
رائے کی حقیقت ____ ۲۲
جیسے پاکستان کے مسلمان ہوں گے ویسا ہی وہاں کا نظام ہوگا ____ ۲۶
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء دارالعلوم دیوبند
سے کیوں مستعفی ہوئے ؟ ____ ۲۷
اختلاف کے باوجود آپس میں اعلیٰ درجے کی محبت و تعظیم ____ ۲۷
شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ کی ہمارے گھر تشریف آوری ____ ۳۲
والدصاحبؒ کا ہجرت کے بعد ہندوستان کا سفر ____ ۳۵
حضرت والدصاحبؒ کا دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث
میں خطاب ____ ۳۶

مسلک دیوبند کس چیز کا نام ہے؟ ___ ۳۶

دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس سے لے کر چپڑاسی تک

سب صاحبِ نسبت ولی اللہ تھے ___ ۳۹

جو اکابر دیوبند کے نقش قدم پر نہ چلے وہ مسلک دیوبند سے

ہٹا ہوا ہے ___ ۳۹

علماء دیوبند نے ردِّ بدعات کے لئے کوششیں کیں

جھگڑے نہیں کیے ___ ۴۰

دارالعلوم دیوبند کے برابر میں بدعات ___ ۴۱

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کچھ حدود ہیں ___ ۴۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی پھوٹ سے بچنے

کے لئے کعبۃ اللہ کی تعمیر میں کمی برداشت فرمالی ___ ۴۴

اپنے بزرگوں کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں ___ ۴۶

اعتدال بزرگوں کے راستے پر چلنے ہی میں ہے ___ ۴۷

ہمارے بزرگوں کے عمل کو دیکھ کر سنت کے ہونے یا نہ ہونے

پر استدلال کیا جاتا تھا ___ ۴۷

عرض ناشر

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اس دور کی قابلِ قدر ممتاز شخصیات میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے گوناگوں خصوصیات سے نوازا ہے نیز اللہ تعالیٰ نے جہاں انہیں علوم و فنون اور مسائل فقہیہ پر کامل دسترس عطاء فرمائی ہے۔ وہاں خطابت اور بیان پر بھی کمال فن کے ساتھ نوازا ہے۔

مورخہ ۱۷ رجب ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۱ جولائی ۲۰۰۹ء کو جامعہ دارالعلوم کراچی میں ختم بخاری کے موقع پر ایک سادہ پروقار تقریب منعقد ہوئی جس میں حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے ختم بخاری کے موقعہ پر موجودہ حالات کے تناظر میں علماء اور خصوصاً دورہ حدیث کے طلباء سے ایک فکر انگیز خطاب فرمایا۔ حضرت کا یہ خطاب طلباء اور مدارس کے لئے عموماً اور دورہ حدیث سے فارغ ہونے والے طلباء کے لئے خصوصاً

نہایت اہم ہدایات پر مشتمل تھا۔ حضرت کا یہ خطاب ماہنامہ ''البلاغ'' کے شمارہ شعبان ۱۴۳۰ھ میں بھی شائع ہوا۔

اس خطاب کی اہمیت اور عوام الناس میں اِفادہ عام کی غرض سے اب ''مکتبہ دارالعلوم کراچی'' اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ کتابی شکل میں شائع کرنے سے قبل حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے اس پر نظر ثانی اور بہت سے اہم اضافے فرمائے ہیں۔ جو ماہنامہ البلاغ کے شمارہ شعبان ۱۴۳۰ھ میں شامل اشاعت نہیں تھے۔ اب مکتبہ دارالعلوم کراچی اُن اضافات کے ساتھ اُسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مدظلہم کے فیوض و برکات کو جاری و ساری رکھے، حضرت کی عمر کو امت مسلمہ کی بھلائی کے لئے دراز فرمائے اور ہمیں ان فیوض سے استفادے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

ناشرین
مکتبہ دارالعلوم کراچی

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد!

ختم بخاری نصیحتوں اور دعاؤں کی مجلس ہے

اللہ رب العالمین کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے ہمیں اس تعلیمی سال کے اختتام پر پہنچنے کی توفیق عطاء فرمائی اور ملک کے بہت ہی ناسازگار حالات کے باوجود تمام اسباق اور بخاری شریف جیسی عظیم الشان کتاب بھی مکمل کروادی۔

آپ نے آج اس تعلیمی سال کا آخری درس حدیث سنا، عام طور سے ہمارے ہاں ختم بخاری کا اگرچہ پہلے سے اعلان واشتہار کبھی نہیں ہوتا مگر لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے بہت بڑا اجتماع ہوا کرتا ہے، لیکن اس مرتبہ ہم نے اس کا اہتمام کیا کہ ختم بخاری کی یہ مجلس کسی تقریب کی شکل اختیار

نہ کرنے پائے، کیونکہ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسا ہی سادگی کے ساتھ کرتے دیکھا ہے۔ اور بزرگوں کا تجربہ یہ ہے کہ ختم بخاری کے موقع پر مانگی جانے والی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے خاص طور پر قبول فرما لیتے ہیں، اس لئے ہمارے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ بھی دار العلوم میں ختم بخاری کے موقع پر دعا کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے، البتہ اس کے لئے نہ تو کوئی اعلان ہوتا تھا اور نہ اس کیلئے کسی بڑی تقریب کا انداز اختیار کیا جاتا تھا۔ خاص خاص لوگ پوچھتے تھے کہ ختم بخاری کا دن کونسا ہے، ان کو بتلا دیا جاتا تھا کہ فلاں دن ہے، جن کو شوق ہوتا تھا وہ شرکت کر لیا کرتے تھے۔

پھر رفتہ رفتہ ختم بخاری کی یہ مجلس ایک بڑی تقریب کی صورت اختیار کرتی چلی گئی، اور طرح طرح کی دعوتوں اور ضیافتوں کا دن بن گئی اور پھر اس کی کیفیت یہ ہوگئی کہ ڈر لگنے لگا کہ کہیں یہ کسی "میلے" کی صورت اختیار نہ کر لے اور یہ خوف ہونے لگا کہ اگر اس کو مزید جاری رکھا گیا تو یہ خدانخواستہ ایک مستقل بدعت کی شکل اختیار نہ کر جائے، کیونکہ جتنی بدعتیں ہوتی ہیں ابتداء میں وہ نیک کام ہوتے ہیں پھر عوام ان کو

لازمی یا سنت سے صراحۃً ثابت شدہ سمجھ کر ان کی پابندی کرنے لگتے ہیں اور جو لوگ پابندی نہیں کرتے ان پر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ تو ختم بخاری کے اندر بھی خیال ہوا کہ شاید کچھ کچھ ایسا ہی ہونے لگا ہے، حتی کہ اس کے ترک پر تعجب کیا جانے لگا، اور رفتہ رفتہ اس کو ایسا عمل سمجھا جانے لگا گویا کہ یہ سنت سے ثابت ہے۔

پھر ختم بخاری کی تقریب میں یہ بھی ہونے لگا کہ جو طالبعلم دورۂ حدیث سے فارغ ہو رہا ہوتا اور اس کے پاس کچھ مالی وسعت بھی ہوتی تو وہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو ختم بخاری کی تقریب میں شرکت کی دعوت دیتا، اور یہ مہمان بھی ایک دو نہیں، دو سو، تین سو مہمان مختلف شہروں اور دیہاتوں سے سفر کر کے آتے اور ان کو ٹھہرانے کیلئے آس پاس کے علاقوں میں جگہیں تلاش کی جاتیں، ان کے کھانے کیلئے دعوتوں کا اہتمام کیا جاتا، دیگیں اتروائی جاتیں اور خوب عظیم الشان ضیافت کا اہتمام ہوتا۔

لیکن وہ طلبہ جو مالی استطاعت نہیں رکھتے تھے اور ایسی دعوتوں کا انتظام ان کے بس سے باہر تھا ان کے دلوں میں احساسِ محرومی پیدا ہوتا تھا کہ دوسرے طلبا کی دستار بندی کو دیکھنے کیلئے اتنے مہمان آ رہے ہیں،

لیکن ہماری دستار بندی دیکھنے کیلئے کوئی بھی نہیں آ رہا۔

پھر بعض جگہوں پر یہ بھی ہونے لگا کہ مسجد میں ختم بخاری ہو رہا ہے اور باہر صحن یا اس سے ملحقہ جگہوں پر لوگ آپس میں ہنسی مذاق اور گپ شپ کر رہے ہیں۔تو ختم بخاری کا جو مقصد تھا کہ درسِ حدیث سنیں تاکہ نصیحت حاصل ہو اور اس بابرکت موقع پر دعائیں مانگیں، وہ فوت ہونے لگا اور پیسے کا ضیاع ہونے لگا، اس لئے پچھلے دو تین سالوں سے یہ کوشش کی گئی کہ جتنا اس کو کم کیا جا سکتا ہو کم کیا جائے۔

الحمدللہ! ہم نہ تو اعلان کرتے ہیں اور نہ ہی دعوت نامے جاری کرتے ہیں، لیکن چونکہ تاریخ پہلے سے طے ہو جاتی ہے اس لئے لوگ ایک دوسرے کو سینہ بہ سینہ اور اب تو موبائل ٹو موبائل بتلا دیتے ہیں اور خبر پورے شہر اور ملک میں پھیل جاتی ہے۔اس دفعہ ہم نے ختم بخاری کی تاریخ کو صیغۂ راز میں رکھا اور آج صبح نو بجے تک اس کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔

ختمِ بخاری خوشی اور غمی کا دن ہے

ختم بخاری کا دن بہت خوشی کا دن ہوتا ہے، اس لئے کہ اس دن

ہمارا تعلیمی سال پورا ہوتا ہے اور طالبعلمی کا زمانہ جو کہ پڑھنے کا شوق رکھنے والے طالبعلموں کیلئے مجاہدوں سے بھرپور ہوتا ہے، خاص طور سے دورۂ حدیث کے طالب علم تو دن رات اسباق میں مصروف رہتے ہیں، ان کو اس سال خاص طور سے بہت محنت کرنی پڑتی ہے اس مجاہدوں والے سال کا بھی ختم بخاری کے دن اختتام ہو جاتا ہے۔

کل ہی ایک طالب علم کہہ رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں آنسو تھے کہ یہ موقع خوشی کا تو ہوتا ہی ہے، لیکن غم بھی ہوتا ہے، کیونکہ سارا سال ہم ایک کلاس میں جمع ہوتے ہیں اور ختم بخاری تک یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

اس طالبعلم نے بالکل سچی بات کہی کہ یہ موقع خوشی کا بھی ہوتا ہے اور غم کا بھی۔ طلبہ کو اساتذہ، اپنے ساتھی طلباء اور مادرِ علمی سے فراق کا غم ہوتا ہے اور تعلیم سے فراغت کی خوشی ہوتی ہے۔ میں نے اس طالبعلم سے عرض کیا کہ دنیا تو نام ہی خوشی اور غمی کے مجموعے کا ہے۔ طالبعلم کو یہ صورتحال صرف ایک سال ختم بخاری کے موقع پر پیش آتی ہے، لیکن ہمیں اور دیگر اساتذہ کو ہر سال یہ کیفیت پیش آتی ہے کہ ہمارے ہونہار طلباء جو

تعلیم کے دوران ہمارے بیٹوں کی طرح ہو جاتے ہیں اور ان سے بے پناہ محبت ہو جاتی ہے اور ان کو بھی اپنے اساتذہ سے بے پناہ محبت، بلکہ عشق ہو جاتا ہے، وہ اس مبارک دن میں ہم سے جدا ہو جاتے ہیں۔ تو ہمیں اس کیفیت سے ہر سال واسطہ پڑتا ہے، خدا کرے آپ کو بھی یہ خوشی اور غمی ہر سال ملا کرے۔ آمین۔

دورۂ حدیث کے طلباء مبارک باد کے مستحق ہیں

ہمارے پاس ہر سال دورۂ حدیث کی جماعتیں پڑھتی ہیں۔ کسی سال استعداد کے اعتبار سے بہت اچھی جماعت آتی ہے کسی سال نسبۃً کچھ کم درجے کی ہوتی ہے۔

الحمدللہ! اس سال کی جماعت استعداد کے اعتبار سے، محنت اُور ذوق وشوق کے اعتبار سے اور اخلاقی ودینی اعتبار سے ممتاز جماعت تھی۔ یہ بات آپ کیلئے قابلِ مبارک باد ہے کہ آپ اپنے اساتذہ سے اپنے بارے میں اچھا گمان لے کر فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔

ہماری آدھی صدی طلباء کی خدمت کرتے ہوئے گزری ہے

آپ امتحان سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کو جائیں گے، آپ رخصت ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شاد و آباد رکھے اور آپ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ حضرات ہمارا مستقبل اور ہماری امیدوں کا مرکز ہیں، الحمدللہ آج ہمیں تدریس کرتے ہوئے شمسی سال کے حساب سے اُنچاس سال ہو چکے ہیں، یعنی تقریباً آدھی صدی عیسوی پوری ہو رہی ہے، اور قمری سال کے حساب سے ساڑھے پچاس سال ہو چکے ہیں، یعنی آدھی صدی سے زیادہ۔ ہماری یہ نصف صدی طلباء کی خدمت کرتے ہوئے گزری ہے، کیونکہ ہم نے ۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۱ء میں اپنی تدریس کا آغاز کیا تھا۔ اس تمام عرصے میں ہماری کوششوں کا مرکز اور محور طلباء ہی رہے ہیں کہ ان میں علمی استعداد پیدا ہو جائے، ان کو سنت پر عمل کرنے کی عادت پڑ جائے، یہ امت کی قیادت کرنے والے عالم باعمل پیشوا بن جائیں، ہماری اس نیت کے اندر اگر کوئی کھوٹ شامل ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں۔ اللھم انا نستغفرك لِکُلِّ خَیْرِ عمل اردنا به وجهك فخالطنا فيه ماليس لك۔ خلاصہ یہ کہ

آپ اور پچھلے تقریباً پچاس برسوں میں فارغ التحصیل ہونے والے تمام طلبہ ہماری تقریباً اکیاون سال کی کمائی ہیں۔

آپ اس بات کا خیال رکھئے کہ آپ کے اساتذہ نے بڑی تمناؤں سے آپ کو یہاں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے، آپ نے اتنی بات ضرور دیکھی ہوگی کہ آپ کے اساتذہ آپ حضرات کی خاطر اپنے دن رات کو قربان کر دیتے ہیں، راحت و آرام کو تج دیتے ہیں اور اپنے تفریحی مشاغل کو آپ کی تعلیمی ترقی کے لئے نظر انداز کر دیتے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اساتذہ کی آپ کیلئے یہ قربانیاں نفع بخش ہوں اور آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ اُن کے لئے ذخیرہ آخرت اور صدقہ جاریہ بنادے، آمین۔

ہمارے اکابر نے فرقہ بندیوں کو کبھی پسند نہیں فرمایا

کئی سالوں سے صورتحال کچھ اس طرح بن گئی ہے کہ پورے ملک میں طرح طرح کے فرقے اور گروہ پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں اور دن بدن بڑھتے ہی جارہے ہیں۔ جماعت ایک ہوتی ہے لیکن اس میں

دو گروپ بن جاتے ہیں، پھر دوسرے گروپ کے بھی دو گروپ ہو جاتے ہیں ایک جماعت میں کئی جماعتیں اور گروپ جنم لے لیتے ہیں۔ پورے ملک میں بڑے پیمانے پر پھوٹ در پھوٹ پڑی ہوئی ہے اور کثرت سے دیوبندی، بریلوی کا لفظ سنائی دیتا ہے جو فرقہ بندی کی علامت ہے اور بہت افسوس ناک ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ ہمارے طلباء جو اب علماء بننے جا رہے ہیں رفتہ رفتہ حالات سے متاثر ہو کر کہیں مسلک دیوبند سے دور تو نہیں ہوتے جا رہے؟

ہمیں اس بات پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم نام تو مسلک دیوبند کا ہی لیتے ہیں، لیکن کیا ہم خود بھی مسلک دیوبند پر عمل پیرا ہیں یا نہیں؟ مسلک دیوبند کا حال تو یہ رہا ہے کہ انہوں نے کبھی اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ مسلک کے اعتبار سے کسی کو دیوبندی کہہ کر خطاب کیا جائے، آپ حضرات کو معلوم ہے کہ مسلک دیوبند اور مسلک بریلی کے درمیان کئی اعمال کے بارے میں اختلاف ہے ہم ان اعمال کو بدعت کہتے ہیں، وہ بدعت نہیں کہتے، لیکن اس کے باوجود ہمارے بزرگ فرقہ بندیوں اور گروہ بندیوں سے اتنے دور تھے کہ کبھی انہوں نے اس بات کو گوارا نہیں کیا کہ مسلک دیوبند کو ایک فرقہ سمجھا جائے اور

مسلک بریلوی کو دوسرا فرقہ۔ ہمارے بزرگوں نے کبھی دیوبندی، بریلوی کا لفظ بھی استعمال کرنا پسند نہیں فرمایا۔ اگر آج بھی کوئی اس انداز میں بات کرتا ہے تو طبیعت پر ناگوار گزرتا ہے۔

اللہ رب العلمین نے قرآن مجید میں ہم سے فرمایا ہے:

هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ (سورۃ الحج، آیت نمبر ۷۸)۔

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

ہمارا نام نہ دیوبندی ہے نہ بریلوی، نہ شیعہ ہے نہ سنی، نہ مقلد ہے نہ غیر مقلد، بلکہ ہمارا نام مسلم اور مسلمان ہے۔ ہمارے بزرگوں کو اللہ رب العزت نے کتاب وسنت کا ترجمان بنایا تھا، یہ ترجمانی صرف زبان ہی میں نہیں تھی بلکہ ان کے عمل میں، ان کی زندگی کے تمام شعبوں میں، ان کے تمام طریقہ کار میں رچی بسی تھی۔ وہ دیوبندی اور بریلوی کے لفظ کو بالکل بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔

والد صاحبؒ نے ہمیں اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھنے سے منع فرمادیا

ہمارے اکابر کو دیوبندی اور بریلوی کے الفاظ کتنے ناپسند تھے اس

بات کے اندازے کیلئے ہم آپ کو اپنی مثال دیتے ہیں۔ ہم دیوبند کے رہنے والے ہیں، ہمارے والد، دادا، پردادا، اور ان کے آباء واجداد دیوبند ہی کے رہنے والے تھے، نسلوں اور صدیوں سے دیوبند ہمارا وطن چلا آرہا ہے۔ میں نے دارالعلوم دیوبند میں اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی وہیں پندرہ پارے حفظ کئے۔ میری عمر کا بارہواں سال تھا جب ہم دیوبند سے ہجرت کر کے کراچی آئے۔

اگر ہم اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھتے تو یہ کوئی بے جا بات تو نہیں تھی، ہم اپنے وطن کی نسبت سے، اپنے آباؤ اجداد کی نسبت سے، اپنی جائے پیدائش کی نسبت سے، اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھ سکتے تھے۔ چنانچہ پاکستان آنے کے بعد طالبعلمی کے زمانے میں ہم اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے "محمد رفیع دیوبندی" اور شوق میں اپنے نام کا لیٹر ہیڈ بھی اسی لفظ کے ساتھ چھپوا لیا تھا۔ طالبعلمی کے زمانے میں اپنے دوستوں کو خط لکھا کرتے تھے تو اس پر بھی اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھتے تھے۔

والد صاحبؒ نے طالبعلمی کے زمانے میں اس سے منع نہیں فرمایا،

لیکن جب ہم دارالعلوم میں مدرّس بن گئے تو والد صاحبؒ نے ہمیں اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھنے سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ: ''اس سے فرقہ واریت اور گروہ بندی کی بو آتی ہے''۔

یہ وہی بات تھی جو رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمائی تھی جب ایک مہاجر کا ایک انصاری سے کچھ نزاع ہو گیا اور مہاجر نے انصاری کو مارا، تو انصاری نے کہا :

''یاَلَلانصار''

اور مہاجر نے کہا:

''یاَلَلمهاجرین''

یعنی انصاری نے انصار کو اپنی مدد کیلئے پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو اپنی مدد کیلئے پکارا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات سنے تو اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا:

''دعوها فانها منتنة''

یہ کلمات چھوڑ دو، یہ بدبودار ہیں۔

(صحیح بخاری جلد ۲، باب قوله لئن رجعنا الی المدینه لیخرجن الاعزمنها الاذل، ص ۹۲۷)۔

الحمدللہ ہمارے بزرگوں کا خاصہ یہی ہے کہ ان کی تمام باتیں اور نصیحتیں سنت کے سانچے میں ڈھلی ہوتی ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کے نام کے ساتھ دیوبندی لکھنے کی وجہ

حضرت شیخ الہندؒ کے نام کے ساتھ دیوبندی اس وجہ سے نہیں لکھا جاتا تھا کہ وہ مسلک دیوبند کے ترجمان تھے، بلکہ ان کے نام کے ساتھ دیوبندی اس لئے لکھا جاتا تھا کہ وہ رہنے والے دیوبند کے تھے اس لئے ''مولانا دیوبندی'' کے نام سے مشہور ہوگئے تھے۔

مسلک دیوبند کے اندر گروہ بندیاں !

افسوس کہ اب تو ہماری المناک صورتحال یہ ہوگئی ہے کہ مسلک دیوبند کے اندر بھی طرح طرح کی گروہ بندیاں ہماری زبانوں پر آ گئی ہیں۔ایک انتہائی بدبودار لفظ جس کو سن کر دل لرزتا ہے۔اور سچی بات یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کی روحوں کو اس لفظ سے بہت ایذاء پہنچتی ہوگی۔ وہ ہے ''مدنی گروپ'' اور ''تھانوی گروپ''۔یہ ویسے ہی بدبودار الفاظ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

دَعوھاہ فانھا منتنۃ۔

''ان الفاظ کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ بدبودار ہیں''۔

مجھے یقین ہے کہ اگر یہ نسبتیں ان بزرگوں کے سامنے آتیں تو وہ کبھی اُن کو گوارا نہ کرتے اور انتہائی ناراضگی کا اظہار فرماتے، ان بزرگوں کے درمیان اختلاف رائے تو ہوا، لیکن گروپ بندیوں کا خیال بھی ان بزرگوں کے حاشیۂ خیال تک میں کبھی نہیں آیا۔

حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ کے درمیان اختلافِ رائے کی حقیقت

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ اور ان کے رفقاء مسلمانوں کی مُصلحت اس میں سمجھتے تھے کہ ہندوستان تقسیم نہ ہو، کیونکہ اگر تقسیم کا نعرہ لگایا گیا تو ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے اختلاف سے فائدہ اُٹھا کر انگریز اپنے مضبوط پنجے سرزمین ہند پر مزید گاڑ دے اور اس بات کو ہندوستان کی آزادی میں کہیں تاخیر کا بہانہ نہ بنالے کہ آزادی لینے والوں میں اختلاف تھا، ایک پارٹی مسلم لیگ تھی

اور ایک پارٹی کانگریس، اس اختلاف کا انگریز فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ہندوستان کی آزادی کو مؤخر کر سکتا ہے۔

اس لئے یہ حضرات مسلمانوں کی مصلحت اس میں سمجھتے تھے کہ تقسیم ہند کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ سو فیصد اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ ان کی رائے یہی تھی۔

جب کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفاء، اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کے رفقاء کی رائے یہ تھی کہ ہندوستان کے جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونی چاہئے اور پاکستان بننا چاہئے، تاکہ مسلمانوں کو یہ موقع مل سکے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے ملک میں اسلامی نظام قائم کر سکیں اور ان کو اس کام سے کوئی حکومت روکنے والی نہ ہو۔

چنانچہ پاکستان بن گیا تو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پاکستان بننے سے پہلے ہمارا اس کے بارے میں اختلاف ایسا ہی تھا جیسے کسی جگہ کے بارے میں بعض مسلمانوں کی رائے ہو کہ مسجد یہاں بنی چاہئے اور بعض کی رائے ہو کہ

مسجد یہاں نہیں بنی چاہئے، مگر جب مسجد بن جائے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں رہتا کہ اس کی حفاظت اور احترام تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اسی طرح پاکستان بن جانے کے بعد اس کی حفاظت تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

مجھے یہ روایت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم جامعہ اِمدادیہ فیصل آباد نے پہنچائی ہے ان کا بیان ہے کہ یہ روایت ان کو حاجی فاروق صاحب سکھروی رحمۃ اللہ علیہ نے سنائی تھی، وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے خود مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان بن جانے کے بعد چرتھاول کے ایک جلسے میں یہ ارشاد فرمایا تھا اور میں نے یہ پورا بیان وہاں جاکر خود سنا تھا۔

نیز مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مقالات ترمذی'' میں نقل کیا ہے کہ:

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ (۱):

''پاکستان ایک اسلامی ریاست کی حیثیت سے معرضِ وجود میں آگیا ہے اب یہ مسجد کے درجے میں ہے، اس کی حفاظت ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے''۔

نیز کتاب ''شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے حیرت انگیز واقعات'' (۲) میں مولانا افضال الحق قاسمی صاحب کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ:

پاکستان بن جانے کے بعد ایک صاحب نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے مجلس میں پوچھا کہ حضرت! پاکستان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو حسب معمول سنجیدگی اور بشاشت سے فرمایا:

''مسجد جب تک نہ بنے اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن جب وہ بن گئی تو مسجد ہے'' (۳)

---

(۱) مقالاتِ ترمذی، مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی، ص: ۳۴۳۔

(۲) مطبوعہ مکتبہ دینیہ دیوبند، ص: ۱۷۶

(۳) بالکل یہی واقعہ انہی الفاظ میں مولانا افضال الحق صاحب قاسمی نے اپنے ایک مفصل مضمون ''تفردات شیخ الاسلام'' میں بھی نقل فرمایا ہے۔ یہ پورا مضمون جمعیۃ علمائے ہند کے ترجمان روزنامہ ''الجمعیۃ'' کے خصوصی شمارے ''شیخ الاسلام نمبر'' مؤرخہ ۱۵/ فروری ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا ہے۔ رفیع

اسی طرح جب پاکستان کے سب سے پہلے وزیر اعظم شہید ملت نواب زادہ خان لیاقت علی خان مرحوم راولپنڈی میں شہید کردیئے گئے تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے جناب مولانا سید فرید الوحیدی صاحب کا بیان ہے کہ میں نے ظہر کے بعد کی مجلس میں حضرت سے ان کی شہادت کے بارے میں دریافت کیا تو ''حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: کون جاہل اِس میں شک کرتا ہے، بے شک وہ شہید ہوئے'' (۱)

تو یہ تھی ان حضرات کے درمیان اختلاف رائے کی حقیقت۔

جیسے پاکستان کے مسلمان ہوں گے ویسا ہی وہاں کا نظام ہوگا

جالندھر کے جلسے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ پاکستان میں نظام کیسا ہوگا؟ تو والد صاحبؒ نے فرمایا کہ جیسے وہاں کے مسلمان ہوں گے ویسا ہی نظام ہوگا۔ اگر مسلمان اچھے ہوں گے تو نظام اچھا ہوگا اگر مسلمان برے ہوں گے تو نظام برا ہوگا، لیکن اگر وہ اچھا نظام نافذ کرنا چاہیں گے تو ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ

---

(۱) دیکھئے ''شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات'' ص:۱۶۲ تا ۱۶۳۔

نہیں ہوگی۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء
دارالعلوم دیوبند سے کیوں مستعفی ہوئے؟

ان حضرات کے درمیان اختلافِ رائے اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور ان کے رفقاء کو دارالعلوم دیوبند سے اس وجہ سے مستعفی ہونا پڑا کہ کہیں دو مختلف اور متضاد فتوے جاری ہونے کی وجہ سے دارالعلوم کو کوئی نقصان نہ پہنچے، دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے ایک فتویٰ ایک مضمون کا جائے اور دوسرا فتوی دوسرے مضمون کا جائے، جس کی وجہ سے مرکز میں انتشار کا اندیشہ تھا، اس وجہ سے یہ حضرات دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوگئے۔

اختلاف کے باوجود آپس میں
اعلیٰ درجے کی محبت و تعظیم

میری عمر تقریباً آٹھ سال ہوگی، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی

صاحبؒ اور ان کے رفقاء دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو چکے تھے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ اور ان کے رفقاء دارالعلوم ہی میں تھے۔

جب حکومت انگریز نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو قید کیا تو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس پر بہت دکھ ہوا، اور فرمایا:

''مجھے خیال نہیں تھا کہ مولانا مدنی سے مجھے اتنی محبت ہے (۱) ''

جب حضرت مدنیؒ انگریز کی قید سے رہا ہوکر تشریف لائے تو حضرت والد صاحبؒ مجھے اپنے ساتھ لے کر حضرت مدنیؒ کے گھر، جو دارالعلوم دیوبند کے احاطے سے متصل تھا، تشریف لے گئے، حضرت والد صاحبؒ نے حضرت مدنیؒ سے ملاقات فرمائی رہائی کی مبارک باد دی اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ مجھے پہلی اور آخری بار حضرت مدنیؒ سے مصافحہ کا

---

(۱) '' شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات'' ص: ۲۳۰۔ تالیف مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی، (بروایت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) مطبوعہ دیوبند۔

شرف اسی وقت حاصل ہوا، اگر چہ حضرت کی زیارت اُس کے بعد بھی دیوبند میں کثرت سے ہوتی رہی مگر مصافحہ وہی ایک بار ہوا، آج تک مجھے حضرت کے مبارک ہاتھوں کا گداز یاد ہے اور اب بھی اس مصافحے کی لذت محسوس ہوتی ہے، یہ اس زمانے کی بات ہے جب ان حضرات کے درمیان اختلاف رائے اپنے عروج کو پہنچا ہوا تھا اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور ان کے رفقاء پورے ہندوستان میں قیام پاکستان کی موافقت میں دورے کر رہے تھے اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ اور ان کے رفقاء پورے ہندوستان میں تقسیم ہند کی مخالفت میں دورے کر رہے تھے۔

تو عین اس وقت بھی ان حضرات کے درمیان اعلیٰ درجے کی تعظیم وتکریم تھی، ان کی باہمی تعظیم وتکریم کے واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے کے ہیں۔ آج اس دور کو دیکھنے والے شاذ ونادر ہی رہ گئے ہیں اور اب ہمارا بھی آخری دور ہے۔ اس لئے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنی نسلوں کیلئے اس امانت کی حفاظت کی خاطر ان واقعات کو تازہ کرتے رہیں۔

ایک مرتبہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے فرمایا کہ:

"مجھے مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی سبق پڑھنے کی تو نوبت نہیں آئی مگر بلاشبہ وہ میرے اساتذہ کے درجے میں تھے"۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو علمائے کرام نے بجا طور پر "مجدد الملۃ" کا خطاب بھی دیا ہے: اس کے بارے میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے جناب مولانا سید فرید الوحیدی صاحب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو:

"حضرت مدنی ؒ نے انتہائی سنجیدگی سے اور وقار کے ساتھ جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

"بے شک وہ مجدد تھے انہوں نے ایسے وقت میں دین کی خدمت کی جب کہ دین کو بہت احتیاج تھی" (۱)

---

(۱) شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات ص:۱۶۲۔

حکیم الامت حضرت تھانوی اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہما کے درمیان تحریک پاکستان کے سلسلے میں شدید سیاسی اختلاف کے باوجود مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ:

> ''میں مولانا حسین احمد صاحب کو ان کے سیاسی کاموں میں مخلص اور متدین جانتا ہوں البتہ مجھے ان سے حجت (دلیل) کے ساتھ اختلاف ہے، اگر وہ حجت رفع ہو جائے تو میں ان کے ماتحت ایک ادنیٰ سپاہی بن کر کام کرنے کے لئے تیار ہوں(۱)''

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے درمیان تعظیم و تکریم اور باہمی محبت و عقیدت کے واقعات کے لئے دو کتابوں کا خاص طور سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ ایک ''شیخ الاسلام کے

---

(۱) مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام ج اول ص:۳۰۔

حیرت انگیز واقعات"(۱)، اور دوسری "تکملۃ الاعتدال فی مراتب الرجال"(۲)۔

شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ کی ہمارے گھر تشریف آوری

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت والد صاحبؒ کے وہ استاد ہیں جن سے حضرت والد صاحبؒ نے ابتدائی کتب سے لے کر درجہ علیا تک کی کتابیں پڑھیں تھی اور سب سے زیادہ استفادہ کی نوبت حضرت شیخ الادب صاحبؒ سے ہی آئی تھی۔ تو جب بزرگوں کے درمیان وہی اختلافی مسئلہ عروج پر تھا اور علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور ان کے رفقاء دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو چکے تھے۔

جمعہ کی نماز کے بعد ہمارے گھر پر ان حضرات کا اجتماع ہوا جو قیام

(۱) تالیف مولانا ابوالحسن بارہ بنکویؒ ۔ مطبوعہ مکتبہ دینیہ دیوبند ضلع سہارنپور۔
(۲) تالیف مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ مہاجر مدینہ۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ۔

پاکستان کی تحریک چلا رہے تھے، گفتگو کے دوران یہ بات ہوئی کہ فلاں بات معلوم کرنے کیلئے حضرت شیخ الادبؒ کے پاس جانا چاہئے۔ حضرت شیخ الادبؒ اس اختلافی مسئلے میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بالکل ہم نوا تھے اور اسی وجہ سے دارالعلوم دیوبند میں ہی تھے، حضرت شیخ الادبؒ کا معمول یہ تھا کہ زیادہ تر وقت ان کا مدرسے میں ہی گزرتا تھا، ہر وقت ان کی جان کتابوں میں لگی رہتی تھی، جدید دارالافتاء مسجد کے احاطے میں بنا تھا، اسی میں زیادہ تر ان کی رہائش رہتی تھی۔

اس بات کا بزرگوں کو بھی علم تھا اور مجھے بھی علم تھا۔ تو ہمارے گھر پر ان حضرات کا حضرت شیخ الادبؒ کے پاس کسی بات کا مشورہ کرنے یا بات پوچھنے کے سلسلے میں جانے کا ارادہ بنا۔ حضرت والد صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ جا کر یہ دیکھ کے آؤ کہ حضرت اپنے کمرے میں موجود ہیں یا نہیں؟ میں چلا گیا، میرا بچپن کا زمانہ تھا، اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں حضرت کے دروازے پر دستک دینے کی بجائے آس پاس کے لوگوں سے پوچھ لیتا کہ حضرت موجود ہیں یا نہیں؟ لیکن میں نے

دروازے پر دستک دے دی، حضرت آرام فرمارہے ہوں گے، لیکن دروازہ کھولا اور کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ میں نے سلام کیا اور کہا کہ حضرت والد صاحبؒ آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں اس لئے مجھے یہ دیکھنے کیلئے بھیجا ہے کہ آپ تشریف رکھتے ہیں یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا ''اچھی بات ہے'' اور یہ کہہ کر دروازہ بند کرلیا۔

جب میں والد صاحبؒ کے پاس آنے کیلئے واپس چلا تو راستے میں بچوں کو مختلف کھیل کھیلتے دیکھا، میرا بھی بچپن کا زمانہ تھا میں کبھی ایک کھیل دیکھتا اور کبھی دوسرا، جب واپس گھر پہنچا تو حضرت شیخ الادبؒ کو گھر میں موجود پایا، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اختلاف رائے رکھنے کے باوجود خود اپنے شاگرد کے گھر تشریف لائے اور اس کیلئے اپنے سارے معمولات چھوڑ دیئے۔

ان بزرگوں کا تو یہ حال تھا اور آج ہم ان بزرگوں کے مقدس ناموں کے ساتھ ''مدنی گروپ'' اور ''تھانوی گروپ'' کے گندے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ میری آپ کو وصیت ہے کہ کبھی ان گندے الفاظ کو

اپنی زبانوں پر نہ لائیے گا۔ ہمارے بزرگوں کی شان میں یہ بدترین گستاخی ہے کہ ان حضرات کو گروپوں اور گروہوں کی طرف منسوب کیا جائے۔ یہ طریقہ مسلکِ دیوبند کے خلاف ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خود ہی مسلکِ دیوبند کے خلاف عمل کر بیٹھیں۔

والد صاحبؒ کا ہجرت کے بعد ہندوستان کا سفر

۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۱ء کا زمانہ تھا، ہم دارالعلوم سے فارغ ہو چکے تھے اور تخصص فی الافتاء کے طالبعلم تھے۔ اس زمانے میں تخصص ایک ہی سال کا ہوتا تھا۔ تو حضرت والد صاحبؒ تیرہ سال بعد اپنے وطن ہندوستان اپنے رشتے داروں اور عزیزوں سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے، اُس وقت حضرت شیخ الادب اور حضرت مدنی قدس اللہ سرّہما کی وفات ہو چکی تھی۔ میں حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ تھا۔ دیوبند پہنچے تو وہاں حضرت والد صاحبؒ کی آمد کی خوشی میں جشن کا سماں تھا۔ ملک کے مختلف علاقوں سے علماء اور اہل فتویٰ حضرات میرے والد صاحبؒ سے استفادہ اور علمی مسائل میں مشورے کرنے کیلئے دیوبند پر ٹوٹ پڑے تھے۔

حضرت والد صاحبؒ کا دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں خطاب

جب والد صاحبؒ دیوبند پہنچے تو جو حضرات میرے والد صاحبؒ کا بیان کرانا چاہتے تھے ان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب مدظلہم سب سے زیادہ پیش پیش تھے، یہ ہمارے بچپن کے ساتھی ہیں اور اس زمانے میں موقوف علیہ یا دورۂ حدیث کے طالبعلم تھے۔ انہوں نے بہت ہی اہتمام اور اصرار سے حضرت والد صاحبؒ کا دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں اساتذہ اور طلبہ سے خطاب کروایا اس زمانے میں ٹیپ ریکارڈر نیا نیا ایجاد ہوا تھا اور شاید دیوبند میں سوائے مولانا ارشد مدنی صاحب کے کسی اور کے پاس نہیں تھا۔ انہوں نے بہت اہتمام کر کے حضرت والد صاحبؒ کے بیان کو ریکارڈ بھی کیا تھا۔

مسلکِ دیوبند کس چیز کا نام ہے؟

اس زمانے میں حدیث شریف کا درس دارالحدیث میں اساتذہ

ایک چوکی پر بیٹھ کر دیتے تھے۔ پیچھے گاؤ تکیہ لگا ہوتا تھا، تو جب حضرت والد صاحبؒ خطاب کرنے کیلئے اس چوکی پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ شاید آپ حضرات مجھ سے یہ توقع کر رہے ہوں کہ میں آپ حضرات کے سامنے کوئی ایسی علمی تحقیق پیش کروں گا جو آپ نے پہلے کبھی نہ دیکھی ہوگی نہ سنی ہوگی، اور میرا نفس بھی مجھے کچھ اسی طرف لے جانا چاہتا ہے، لیکن یہ گناہ میں نے دارالعلوم دیوبند کے اسی دارالحدیث میں اسی چوکی پر بیٹھ کر برسوں کیا ہے۔ الحمدللہ! اب میں اس گناہ سے توبہ کر چکا ہوں کہ آپ حضرات کے سامنے اس نیت سے ایسی بات کروں کہ آپ میری تحقیق کی تعریف کریں اور میری علمی عظمت کا اعتراف کریں، میں تو سیدھی سادی یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ دیوبند کس چیز کا نام ہے؟ اس موضوع پر والد صاحبؒ نے بیان فرمایا، اس کی تفصیلات تو بہت ہیں لیکن حاصل اور لب لباب اس کا یہ ہے کہ دیوبند نہ تو صرف شہر کا نام ہے نہ ہی عمارتوں کا نام ہے، دیوبند نام ہے اتباع سنت کا، یہ کسی فرقے یا گروہ کا نام نہیں ہے۔ جو اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے بعینہ

وہی دارالعلوم دیوبند کا مسلک ہے۔

اور اتباعِ سنت کا کیا مطلب ہے؟ اتباعِ سنت کا مطلب ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں سنت پر عمل کیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی اعتدال کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ اس سے ہٹ کر اعلیٰ درجے کا اعتدال اور توازن کسی طرح پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اور دارالعلوم دیوبند اسی سنت کے احیاء کا نام ہے۔ دیوبند رفض و خروج، جبر و قدر، اعتزال و ارجاء اور تقلید و اجتہاد کے درمیان راہ اعتدال ہے۔ یہ شریعت و طریقت، ظاہر و باطن کو جمع کرنے والی جگہ ہے۔

ناچیز عرض کرتا ہے کہ یہی مسلک بعینہٖ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ چنانچہ آپ عقائد کی کوئی بھی مستند کتاب اُٹھا لیجئے، متقدمین کی ہوں یا محققین متاخرین کی، ان میں جو عقائد اہلِ سنت والجماعت کے لکھے ہیں وہی عقائد بعینہٖ ہمارے بزرگان دیوبند کے ہیں، مسلک اہلِ سنت والجماعت ہی درحقیقت مسلکِ دیوبند ہے۔ اور بزرگان دیوبند اسی مسلک کا عملی نمونہ تھے۔

دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس سے لے کر چپڑاسی تک سب صاحبِ نسبت ولی اللہ تھے

ہمارے دادا مولانا محمد یٰسین صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے ہم عمر تھے، اور حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے ہم سبق تھے، ہمارے والد صاحبؒ ہمارے دادا کا یہ قول بار بار سنایا کرتے تھے کہ ''میں نے دارالعلوم دیوبند کا وہ دور دیکھا ہے جب یہاں کے صدرمدرس اور مہتمم سے لے کر چپڑاسی اور دربان تک سب کے سب صاحب نسبت ولی اللہ ہوتے تھے'' حضرت دادا صاحبؒ فرماتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کے اندر دن میں تو درسگاہوں میں قال اللّٰہ و قال الرسول کی آوازیں گونجتی تھیں اور رات کو طلباء کے کمروں سے ہچکیاں لے لے کر رونے اور تڑپنے والوں کی آوازیں آتی تھیں۔ دن میں یہ علماء ہوتے تھے اور رات میں راہب بن جاتے تھے۔

جو اکابر دیوبند کے نقش قدم پر نہ چلے وہ مسلک دیوبند سے ہٹا ہوا ہے

دارالعلوم دیوبند دین کی جامعیت اور اتباع سنت کا دوسرا نام

ہے۔ یاد رکھئے! جس میں شریعت و طریقت کے درمیان، ظاہر و باطن کے درمیان جامعیت نہ ہو، جہاں رفض و خروج کے درمیان، اعتزال و ارجاء کے درمیان، جبر و قدر کے درمیان اور تقلید و اجتہاد کے درمیان اعتدال نہ ہو وہ لاکھ اپنے آپ کو دیوبند کا پرستار کہے ہم نہیں مانیں گے کہ وہ دارالعلوم دیوبند کا پیروکار ہے۔

علماء دیوبند نے ردِ بدعات کے لئے کوششیں کیں جھگڑے نہیں کئے

دارالعلوم دیوبند احیائے دین اور اتباع سنت کا مرکز اور داعی تھا زندگی کے تمام شعبوں میں شریعت اور سنت پر عمل کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہ اپنے شاگردوں کو سکھاتا تھا۔ دوسرے ناجائز کاموں کی طرح بدعات سے بھی امت کو بچانا اُس کا بڑا مقصد تھا اور ہندوستان میں ردِ بدعات کے معاملے میں بھی دارالعلوم دیوبند پیش پیش تھا، کیونکہ دارالعلوم دیوبند کے پیش نظر سنت کا احیاء تھا اور جو بات سنت کے خلاف تھی وہ اس کی اصلاح کی کوشش کرتا تھا، انہوں نے بدعت کے خلاف

مناظرے کیئے، وعظ کہے اور کتابیں لکھیں، لیکن کبھی آپ نے یہ سنا ہوگا کہ انہوں نے کسی کے خلاف جھگڑا کیا ہو؟ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انہوں نے کبھی بھی کسی مسلم فرقے کے خلاف جھگڑا نہیں کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے برابر میں بدعات

اب بہت کم لوگ اس بات کو جاننے والے رہ گئے ہیں کہ وہ دارالعلوم دیوبند جس کے علماء صحابہ کرام کے اور کتاب وسنت کے عملی نمونے تھے، اسی دارالعلوم دیوبند کے برابر میں دیوبند میں ہی پندرہ شعبان کو شب برأت عجیب خوفناک طریقے سے منائی جاتی تھی۔ وہ شب برات کیا ہوتی تھی شب برأت کے مبارک نام پر ایک آفت اور مصیبت بنادی گئی تھی۔ اس دن پوری دیوبند کی بستی دو حصوں میں تقسیم ہوجاتی تھی اور رات میں دونوں فریقوں کے درمیان جنگ ہوتی تھی۔ اس لڑائی میں خودکار اسلحے کے سوا طرح طرح کا ہتھیار استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لڑائی کیلئے مہینوں پہلے تیاریاں شروع ہوجاتی تھیں اور لاٹھی، پتھر استعمال کرنے کی مشقیں کی جاتی تھیں، رات کو ایک دوسرے کو آگ لگانے کیلئے

آتش بازی کی بیلیں بالکل اسی طرح پھینکی جاتی تھیں جس طرح آج دستی بم پھینکے جاتے ہیں۔

جب ہم صبح کو دارالعلوم جاتے تو راستہ میں جگہ جگہ زخمی لیٹے بیٹھے ہوتے تھے۔ کسی کا سر پھٹا ہوتا تھا، کسی کا ہاتھ ٹوٹ چکا ہوتا تھا، کسی کی ناک پھٹ چکی ہوتی تھی اور اس جنگ میں صرف دیوبند کے لوگ ہی شامل نہیں ہوتے تھے، بلکہ آس پاس کی بستیوں کے لوگ بھی شامل ہوجاتے تھے۔ غرضیکہ یہ بدعت بہت ساری منکرات کا مجموعہ تھی، طلباء پر اس جنگ میں جانے کی سختی سے ممانعت ہوتی تھی، اور اساتذہ اپنے بچوں، متعلقین اور طلباء کو اس میں جانے سے سختی سے منع کرتے تھے۔

اس کے علاوہ دیوبند میں بعض مزارات کے اوپر چراغاں اور روشنی بھی کی جاتی تھی۔ جہاں طرح طرح کی بدعات ہوتی تھیں۔

ہمارے علماء نے اس کے خلاف وعظ تو کئے نصیحت تو کی لیکن کبھی طلباء کو یہ نہیں کہا کہ وہ ان اہل بدعت سے لڑائی جھگڑا کریں اور نہ کبھی طلباء نے اس بات کی جرأت کی کہ وہ ان سے لڑیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کچھ حدود ہیں

دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ اور طلباء رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث جانتے تھے جس کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان.

(مشكوة شريف، باب الامر بالمعروف، صفحه نمبر ۴۳۶)۔

ترجمہ:۔تم میں سے جو شخص کسی ناجائز کام کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ (طاقت) سے روک دے، اور اگر طاقت سے روکنے کی قدرت نہ ہو تو پھر زبان کے ذریعے اُسے روکنے کی کوشش کرے اور اگر زبان سے بھی روکنے کی قدرت اور استطاعت نہیں تو دل سے اُسے روکے (یعنی دل سے اُس کو بُرا سمجھے، اور یہ نیت رکھے کہ جب قدرت ہوگی تو اسے روکنے کی کوشش کروں گا) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

یہاں استطاعت سے صرف حسّی اور جسمانی طاقت مراد نہیں ہے، بلکہ

استطاعت کے مطلب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر کسی منکر اور برائی کو طاقت کے ذریعے مٹانے میں یہ خطرہ ہو کہ اس کی وجہ سے اس سے بھی بڑا منکر یا فتنہ کھڑا ہو جائے گا مثلاً مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جائے گی تو یہ فریضہ ہاتھ سے زبان کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ جس کو دوسرے الفاظ میں اس طرح تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ جس شخص کو کسی علاقے والوں پر شرعاً و قانوناً، یا عرفاً ولایت اور اختیار اس بات کا حاصل ہے کہ وہ اُن کے اوپر اپنی طاقت استعمال کر سکتا ہے، مثلاً حاکم وقت یا کسی ادارے کا با اختیار سربراہ تو اُس پر واجب ہے کہ وہ اپنے اختیار کی حد تک طاقت استعمال کر کے اُس بُرائی کو روک دے۔ اور اگر اس کو ایسی قدرت اور ولایت و اختیار حاصل نہیں مثلاً علمائے کرام، واعظین اور مبلغین اور عوام تو اُس بُرائی کو روکنے کے لئے وہ زبان سے کوشش کریں، یعنی سنت انبیاء کے مطابق نہ سہی، خیر خواہی اور حکمت کے ساتھ لوگوں کو سمجھائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کی پھوٹ سے بچنے کیلئے کعبۃ اللہ کی تعمیر میں کمی برداشت فرمالی

اس کی مثال آپ اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ جب قریش مکہ نے

بیت اللہ شریف کی تعمیر کی تو ان کے پاس پیسوں کی کمی پڑ گئی، جس کی وجہ سے انہوں نے بیت اللہ کی لمبائی میں کچھ کمی کر دی اور بھی تغیرات کیے تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ:

لولا ان قومک حدیث عھد بالاسلام، الحدیث۔

یعنی اگر تمہاری قوم نئی نئی اسلام میں داخل نہ ہوئی ہوتی تو جو بیت اللہ شریف کی تعمیر میں کمی ہوئی ہے اس کو پورا کرتا اور اس کے دو دروازے بناتا، ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے نکلتے۔

(صحیح بخاری جلد۱، باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس فیقعوا فی اشد منہ، صفحہ نمبر۲۲)۔

تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جانے کے ڈر کی وجہ سے اتنا عظیم کام چھوڑ دیا اور بیت اللہ شریف کی دوبارہ تعمیر نہیں کی اور وجہ یہ بتائی کہ یہ اہل مکہ حدیث العھد بالاسلام ہیں یعنی اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے ہیں، ان کو بیت اللہ کے اِن پتھروں سے عقیدت ہے، دوبارہ اگر تعمیر کی گئی تو پھوٹ پڑ جائے گی۔ کچھ لوگ کہیں گے یہ تعمیر صحیح ہوئی کچھ لوگ کہیں گے یہ تعمیر صحیح نہیں ہوئی۔ تو اس فتنے سے بچانے کیلئے

بیت اللہ کی تعمیر نامکمل چھوڑ دی۔

کوئی مسجد، کوئی مدرسہ، کوئی خانقاہ بیت اللہ شریف سے افضل نہیں ہوسکتا، جب اس کی تعمیر کو فتنے کی وجہ سے چھوڑ دیا تو باقی مساجد کو بطریق اولیٰ فتنہ وفساد سے بچانا چاہئے۔ اسی وجہ سے علماء دیوبند نے کبھی بریلوی حضرات کے خلاف بھی جھگڑے نہیں کئے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس سے صرف فساد پھیلے گا۔

اپنے بزرگوں کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں

میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اگر آپ مسلک دیوبند پر اعتماد رکھنے والے ہیں اور ان عظیم ہستیوں پر اعتماد کرتے ہیں جن کا نام لینے کے بھی ہم قابل نہیں ہیں تو ان کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں اور جو بات بھی ان کے طریقے کے خلاف نظر آئے چاہے وہ کتنے ہی خلوص سے کی جارہی ہو اس کو سمجھ لیجئے کہ وہ مسلک دیوبند کا راستہ نہیں ہے، اس لئے کہ ہمارے بزرگوں کے تمام کام سنت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے، جو کام بھی اس کے خلاف ہوگا وہ سنت کے خلاف ہوگا۔

اعتدال بزرگوں کے راستے پر چلنے ہی میں ہے

یاد رکھئے! ہم اپنے بزرگوں کے طریقے سے جتنا ہٹیں گے اتنا ہی راہِ اعتدال اور سنت کے راستے سے ہٹیں گے، اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے کہ جو بھی کام کریں وہ بزرگوں کے طریقے کے مطابق کریں۔

ہمارے بزرگوں کے عمل کو دیکھ کر سنت کے ہونے یا نہ ہونے پر استدلال کیا جاتا تھا

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ سے ایک اَن پڑھ حجام (بال کاٹنے والا) بھی عقیدت رکھتا تھا، اور ان کی مجلسوں میں آیا کرتا تھا، شاید ان سے بیعت بھی ہو گیا تھا۔

ایک دفعہ اس کا گنگوہ سے سہارنپور جانا ہوا چونکہ وہ بزرگوں کا صحبت یافتہ تھا اور بزرگوں سے خوب محبت کرتا تھا اور ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتا رہتا تھا اس لئے صاحبِ بذل المجہود حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ذہن میں روزمرہ

کے کاموں میں سے کسی کام کے بارے میں ہی یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا یہ سنت ہے یا نہیں؟ اس نے اس بارے میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا اور صحیح جگہ پوچھا، کیونکہ وہ بہت بڑے محدث تھے۔ اب آپ حضرت کا جواب سنئے، حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ اس طرح سنت ہے، بلکہ فرمایا کہ تم نے حضرت گنگوہیؒ کا عمل کیا دیکھا؟ اس نے کہا کہ اس طرح دیکھا ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ بس یہی سنت ہے۔

تو ہمارے بزرگوں کے اعمال سنت کے سانچے میں اتنے ڈھلے ہوئے تھے کہ ان کے عمل کو دیکھ کر سنت کے مطابق ہونے یا نہ ہونے پر حضرت سہارنپوری جیسے جلیل القدر محدثین بھی استدلال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

☆☆☆

نوادر الفقہ

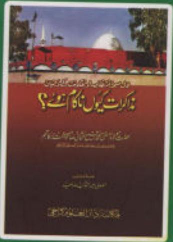

مذاکرات کیوں ناکام ہوئے؟

علامات قیامت
اور نزول مسیح